ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.7. No.4.2024

THE CONCEPT OF THE UNIVERSE IN IQBAL'S POETRY

اقبال کے اردو کلام میں تصور کائنات

Muhammad Amjad
PhD Scholar Urdu, Lahore Garrison University, Lahore
Dr Muhammad Haroon Qadir
Associate Professor Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract:

In Allama Iqbal's Urdu poetry, the concept of the universe (تصور کائنات) holds a central and profound place. Iqbal's vision of the universe is not merely physical but is deeply intertwined with spiritual and philosophical dimensions. He perceives the cosmos as a dynamic, evolving entity where human beings are not passive observers but active participants in shaping reality. The universe, in Iqbal's view, is a manifestation of divine energy, and humanity's purpose is to harness this energy through self-realization and spiritual awakening. Through his poetry, Iqbal encourages individuals to understand the interconnectedness of all things, emphasizing the potential of the self to transcend worldly limitations and engage with the vastness of the universe. His conception of the cosmos is rooted in a blend of Eastern spirituality and Western philosophy, advocating for a harmonious synthesis of intellect and soul. Ultimately, Iqbal's idea of the universe serves as a call for a transformative approach to life, urging mankind to recognize its cosmic role and seek a higher, more enlightened existence.

Keywords:

Dynamic and Evolving Universe, Active Human Role, Cosmic Connection, Self-Realization, Synthesis of Eastern and Western Thought, Transformative Approach to Life, Purpose of Humanity.

کائنات کی خودی اپنے گردوپیش کی چیزوں کو جذب کرتی ہے اور انسان بھی چونکہ کائنات ہی کا ایک جزو ہے۔ اس لئے اس میں بھی قدرتی طور پر یہ قوت جاذبہ موجود ہے لیکن چونکہ وہ کائنات میں جیسا کہ دوسرے مقدمہ میں ثابت کیا گیا ہے۔ سب سے بلند تر ہستی ہے۔ اس لئے اس میں یہ قوت اور بھی کامل ترین طریقے سے پائی جاتی ہے، اور وہ صرف اپنے گردوپیش کی چیزوں ہی کو نہیں بلکہ تمام دنیا کو اپنے اندر جذب کرنا چاہتی ہے۔

خودی کو جلوتوں میں مصطفائی   خودی کو خلوتوں میں کبریائی

زمین و آسمان و کرسی و عرش   خودی کی زد میں ہے ساری خدائی   (1)

یہی ہمہ گیر خودی کفر و ایمان میں حد فاضل ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے   مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق   (2)

اسی جاذبیت کا دوسرا نام تسخیر فطرت ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۱۔ ایک صورت تو وہ ہے جس میں انسان کی جدوجہد کو کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ خود خداوند تعالیٰ نے قدرت کی تمام بڑی بڑی طاقتوں کو انسان کا مسخر اور فرمانبردار بنادیا ہے، اور ان کے ذریعہ سے انسان پر احسان جتایا ہے۔

سخر لکھ مافی السموات ومافی الارض جمیعا(3)

اور اس قسم کی دوسری آیتوں میں تسخیر کی یہی صدورت مذکور ہے اور ڈاکٹر صاحب نے نہایت سادہ طور پر اس کی تشریح اس طرح کی ہے۔

نہ تو زمین کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے جہاں نہیں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے (4)

لیکن اس مضمون کو ایک مستقل نظم میں نہایت پر جوش شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ ایام جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکہ ہم در جا دیکھ

ہیں ترے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر یہ ہوائیں تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ (5)

۲۔ دوسری صورت وہ ہے جس میں انسان اپنی جسمانی قوت اور سعی و محنت کے ذریعہ سے فطرت کی قوتوں کو مسخر کرتا ہے اور اس نظم کے آخری دو ہندسوں میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں جنت تیری پنہاں ہے ترے خون جگر میں
اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ (6)

۳۔ تیسری صورت وہ ہے جس میں انسان اپنی عقلی طاقت سے طفرت کو مسخر کرتا ہے۔

عقل بدام آورد فطرت چلاک را اہرمن شعلہ زاد سجدہ کند خاک (7)

اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے اکثر مقامات پر عقل کی مذمت کی ہے لیکن اس سے وہ عقل مراد ہے جو محض خیالی پلاو پکا کر قوت عمل کو ضعیف کرتی ہے جو عقل قوت عمل کو تیز کرتی ہے وہ اس کے مخالف نہیں بلکہ موید ہیں، یعنی وہ فلسفہ کے مخالف اور سائنس کے موید ہیں۔

جان مارالذت احساس نیست خاک رہ جزریزہ الماس نیست
علم و دولت نظم کار ملت است علم و دولت اعتبار ملت است (8)

تشریح شمار اس شعر میں کائنات کی تخلیق کا جب ایران کیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب کانات کی تخلیق کی صبحبینی آغاز کا تانت کے وقت حسن الہ العالی نے عشق کا دل نہیں لیاہنی کا امت ہے اگروی اس وقت اللہ تعالی نے کیا ہو جانا کیا تو بہ اودر عشق کی زندگی کو حرارت سکھانے والی ہوگئ (سوفیا کہتے ہیں کہ پہلے خدا یا حسن کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر حسن نے جانا کہ میں پہچان جاؤں میرا کوئی عاشق ہو اس نے کائنات (اپنا عاشق) یہ آکر دی۔ قرآن کریم میں ہے کہ الہ سے کی ہو جو ابو الیکون (تو یہ کائنات ہو گئی یعنی موجود میں آئی، اس طرحنا اللہ جو حسن ہے اس نے اپنا عاشق (کانکارت) پیدا کردیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے کائنات پیدا کی اور اس میں آدم کو اپنا خلیلہ اور مال بنا کر زمین پر بھیجا تو اسے یہ فرمادیا کہ یہ جھو میں نے کن (ہو جا کہ کہ کائنات کا باغ تخلیق کیا

ہے اس کی سر سبزی وشاروانی اور رکیفی و کمی یعنی اس کی ایک ایک شے سے قائد اٹھا کیونکہ میں نے سب کچھ تیری خدمت اور فائدے ک لئے پیدا کیا ہے ان اشیار اور کاروں کوایک آنکھ سے دیکھی چٹنی کسی یں امتیاز اور فرق نہ کر کیونکہ ہرشے میں نور خدای جلوہ گری ہے۔ یہ اشیائے کائنات اور نظارہ ہائے جہاں اگرچہ ہزاروں قسم کی پراگندہ خوابوں کی مانند ہیں ان منتشر اور متفرق خوابوں کی تعبیر ایک ہی ہوگی اور دو یہ کہ اشیاء میں امتیاز انباری ظاہری نظر کرتی ہے حقیقت میں کوئی اعتبار اشیا نہیں ہے۔ سب اشیائے کاکات میں ایک ہی خالق کے نور کی جلوہ گری ہے۔

چشم غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے　　　　عالم ظہور جلوہ ذوق شعور ہے　　　　(9)

یہ صحیح نظر نہ رکھنے والی آنکھ کا جرم ہے کہ وہ کائنات کی اشیاء کو الگ الگ دیکھتی ہے ہمارے شعور (اشیاء میں تمیز کرنے کی سوچ) کی وجہ سے اشیائے کائنات میں تفریق و تمیز نظر آتی ہے یعنی کائنات ہمارے شعور کی لذت (شرق) کی بٹی کی نمود ہے ہم اس اور شعور کی بنا پر ہوئی سند میں رشتہ عام سارا تو ایک وحدت سے ہر ذرہ کانات میں خالق کائنات کے نور ہو جمہور ہے۔ اگر آدمی کی نگاہ صحت مند یعنی کارخانہ ہے تو اسے ہر ذرہ میں اس نور کے ہونے سے یکاگفت نظر آئے گی ساری کائنات ایک اکائی دکھائی دے گا۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں　　　　(10)

تشریح اشعار

جہاں میں کوئی چیز بھی بے کار نہیں ہے خدا تعالیٰ نے دنیا کا جو کارخانہ بنایا ہے اس میں کوئی چیز بھی بری نہیں ہے۔

گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ　　　　ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ
مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں　　　　و میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ　　　　(11)

تشریح: اے مخاطب دنیا کے باغ کو اجنبیوں اوپر غیروں کی طرح نہ دیکھ۔ یہ تو دیکھنے کے قابل چیز ہے اسے بار بار یعنی بہت اچھی طرح دیکھ۔ مراد ہے دنیا بڑی اہمیت کے حامل ہے جہاں سرسری طور پر زندگی بسر نہ کر بلکہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا۔ اگر دوست کو دیکھنے کے لطف (ذائقہ) نے تیری آنکھیں کھول رکھی ہیں تو پھر راستہ میں اس کے پاؤں کے تلوؤں کے نشانات دیکھ اور ان نشانات سے اس کا پتہ پالے۔ مراد ہے باری تعالیٰ کی ذات کی صفات ہر ذرہ کائنات میں جلوہ گر ہیں۔ ان صفات کے نشانات سے ذات کی معرفت حاصل کر لے۔

ہاں نمایاں ہو کہ برق دیدۂ خفاش ہو　　　　اے دل کون و مکاں کے راز مضمر! افاش ہو　　　　(12)

تشریح: اے مسلمان ضروری اپنے نور کو ظاہر کر کے چمگادڑ کی آنکھ کی بجلی بن جا۔ مطلب ہے تو حق ہے باطل چمگادڑ ہے، جس کو تاریکی میں نظر آتا ہے۔ روشنی میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ باطل کی اس چمگادڑ کی آنکھ کو حق کے نور کی بجلی سے جلا دے۔ اپنے حق کے نور سے باطل کو بھگا دے یا باطل کی آنکھ میں حق کو دیکھنے والی بینائی پیدا کر دے تو کائنات کے ضمیر کا بھید ہے (یعنی کائنات کی صحت اور رواق حقیقی کا سب صرف تو ہے اس لیے خود کو ظاہر کرنے کا کاہے کو حسین و خوبی ست آراستہ رکنے کا سبب بن)۔

ذرہ ذرہ دہر کا زندانی تقدیر ہے　　　　پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے　　　　(13)

تشریح زمانے کی خاک کا ایک ایک ریزہ کا تانت کا دروازہ) قیمت (کے انھوں کو ہی ناہوا ہے۔ آری مختلف کاموں اور مقاصد کے لیے جو اپنی منصوبہ بندی کرتا ہے یہ دراصل اس کی بے بسی اور لاچاری کا ایک پچاب ہے ورنہ ہوتا وہی ہے جو خدا کی مشیت میں ہے۔ یعنی جو خدا چاہتا ہے۔ آدمی کو چونکہ اس مشیت ایزوی کا علم نہیں ہے، اس لئے وہ کوشش کرتا ہے۔

ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گلستاں میرا　　　　منزل عشق کی جا، نام ہو زنداں میرا　　　　(14)

مطلب شاعر کہتا ہے کہ جب صبح کے وقت میں نے آفتاب پر نظر کی تو کائنات سے یہ دریافت کیا کہ اسی آفتاب کی بدولت تجھے اجالے کی نعمت حاصل یہ اور

تیرے اندر جو کچھ حسن و جمال ہے مثلاً یہ باغ پھول، رنگ بے رنگ کے درخت بادلوں کی سرخی، شفق کی لالی یہ سب آفتاب کا فیضان ہے۔ ساری چیزیں آفتاب کے نور سے فیض یاب ہیں۔ پھر یہ بات کیا ہے کہ میں اس نور سے محروم ہوں اور ظلمت میں گرفتار ہوں؟ میری بد نصیبی اور بد قسمتی کا کیا سبب ہے؟ جب میں نے کائنات سے یہ سوال کیا تو غیب سے یہ آواز میرے کانوں میں آئی کائنات کے زبان حال سے یہ جواب دیا کہ انسان تو غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

یہ کائنات، نور آفتاب کی محتاج ہے لیکن تو اس کا محتاج نہیں ہے۔ اس کائنات کی رونق آفتاب کے دم سے ہے۔ لیکن تیری خودی آفتاب کی دست نگر انھیں ہے۔ افسوس یہ ہے کہ تو اس دنیا کی فانی دلچسپیوں میں مہنمک ہو کر اپنی حقیقت سے غافل ہو گیا۔ تیرا مرتبہ یہ ہے کہ یہ ساری کائنات تیری محتاج ہے لیکن تو طلسم رنگ وبو میں گرفتار ہو کر، اس کائنات کا محتاج بن گیا۔ یہ کائنات تیری خادم ہے لیکن تو نے اپنی کوتاہ بینی کی بدولت اسکو اپنا مخدوم بنالیا۔ دراصل یہ کائنات تیری طالب ہے لیکن تو نے اپنی غلط بینی سے اسکو اپنا مطلوب قرار دے لیا۔ اگر تو اپنی حقیقت سے خبر دار ہو جائے تو پھر نہ سیہ روز یہ ہے اور نہ سے کار رہے۔

یہ تمام مضمون قرآن مجید کی اس آیت کی تعبیر ہے۔

واذ قال ربک للملائکتہ انی جاعل في الأرض خليفة

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں دنیا میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"(15)

واضح ہو کہ انسان اس دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے۔ اسلئے اشرف المخلوقات ہے۔ یہی آیت اقبال کے فلسفہ خودی کا سنگ بنیاد ہے۔ انسان خلیفہ اللہ ہے۔ یہ ساری کائنات انسان کی خادم ہے۔ اب انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ طریق عشق پر گامزن ہو کر، اللہ کے احکام کی اطاعت کرے۔ اس اطاعت سے اسکے اندر تسخیر کائنات کی طاقت پیدا ہو جائیگی۔ اور جب وہ کائنات کو مسخر کرلے گا تو مقام خلافت و نیابت الٰہیہ پر فائز ہو جائے گا۔

حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خود نما کیونکر ہو (16)

حقیقت کائنات یہ ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے حقیقت صرف خدا کی ہے جو واحد ہے۔ یعنی خدا کا وجود حقیقی ہے۔ کائنات کا وجود غیر حقیقی ہے اور جو کچھ نظر آتا ہے۔ بظاہر وکثرت ہے۔ بباطن وحدت ہے، بظاہر وہ اختلاف ہے، بباطن اتحاد ہے۔ جاہل آدمی، امتیازات میں امیر ہے یعنی یہ میری کتاب ہے وہ زید کا قلم ہے، یہ مکان میرا ہے یہ مکان تیرا ہے، یہ بیٹا ہے وہ تیری بیٹی ہے۔ یہ ہندو ہے وہ مسلمان ہے۔ یہ میرا دوست ہے وہ میرا دشمن ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جس شخص پر راز رنگ وبود (کائنات کی حقیقت عیاں ہو جاتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ امتیازات سب امتیازات ہیں در حقیقت کسی شئے کا وجود ہی نہیں تو یہ امتیازات کا وجود کہاں سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے، تو پھر ہے کیا وہی ایک ذات پاک جو پھول میں بھی ہے اور کیسے ثابت ہو سکتا ہے تو پھر ہے کیا وہی ایک ذات پاک جو پھول میں بھی ہے اور کانٹے میں بھی۔

بقول اقبال، اس سے مراد آتش کدہ بھی ہو سکتی ہے، اور وہ خاص آگ بھی جو حضرت ابراہیم کو جلانے کے لیے تیار کی گئی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو بظاہر واسکی روح کا شرار دبجھ جاتا ہے دراصل وہ واصل باللہ ہو کر آتش کدہ (مرکز حیات) بن جاتا ہے۔ نفی ہستی کی نفی کر دینا۔ یہ فنائے کلی کا مقام ہے یعنی وہ حالت جب سالک (اپنی ہستی کو، بواسطہ، مرشد کامل خدا کی ہستی میں فنا کر دیتا ہے، جس طرح لوہا آگ میں پڑ کو، اپنی ہستی کو آگ میں فنا کر دیتا ہے۔ واضح ہو کہ جب مالک اپنی ہستی خدا میں اس طرح فنا کر دیتا ہے تو اس میں خدائی صفات کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ کرشمہ۔ دلکش ادا یا قابل تحسین فعل + دل آگاہ وہ دشمن، جو اپنی اور اس کائنات کی حقیقت سے آگاہ ہو، اور پہلے واضح کر چکا ہوں کہ انسان اور کائنات دونوں کی کوئی حقیقت (واقعیت یا اصلیت نہیں ہے۔ جو کچھ نظر آتا ہے یہ سب فریب نظر ہے، کہ دریا میں نہاں الخ صداقت کے لحاظ سے ساری کتاب میں اس مصرع کا جواب نہیں ہے۔ لکھنا کافی ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ سے ملنے کی آرزد ہو تو اسے اپنی اور کائنات کی نفی کرنی لازمی ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں! (17)

کائنات میں ہر چیز مشکیت الٰہی کی پابند ہے اور انسان جو تدبیری (اپنی بہتری کے لیے کرتا ہے وہ اس وقت کامیاب ہوتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ بھی چاہیے اگر وہ نہ چاہیے تو کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ یعنی تدبیر تقدیر کے سامنے عاجز ہے۔ کائنات میں ہر شئی مجبور ہے۔ آسمان، سورج، چاند اور ستارے حرکت کرنے پر مجبور ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

غیظہ مجبور ہے کہ پھول بن کر مرجھا جائے۔ اسی طرح سبز و گل بھی اگنے پر مجبور ہیں۔ بلبل کا نغمہ اور ضمیر کی آواز یعنی ہر شے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ تقدیر الٰہی کی پابند ہے۔

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا　　　تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے (18)

لیکن جو حق ہے میں اسے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا اور وہ سچی بات یہ ہے کہ اسے انسان اصرف تو حقیقی معنی میں موجود ہے تیرے علاوہ جو کچھ ہے اس کا وجود حقیقی نہیں ہے صرف تیری خودی باقی ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا مقصود اس فعل تخلیق کائنات سے صرف یہ ہے کہ تو اپنی خودی کو اس کے رسول پاک کی غلامی اختیار کر کے مرتبہ کمال تک پہنچا سکے۔ اور یہ جو کچھ تیرے علاوہ اس کائنات میں تجھے نظر آتا ہے، یہ سب اسی مقصد عظمی کے لیے پیدا کیا گیا ہے یہ کوہ دریا، شمس و قمر ، آسان اور زمین، سب تیرے خدمت گزار ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف اتنی کہ تو ان کو انی خودی کی تکمیل کے لیے استعمال کرے۔

یہی وجہ ہے کہ تیری خودی باقی ہے، اور یہ ساری کائنات فانی ہے اقبال نے اس خیال کو متعدد مقامات پر مختلف طریقوں سے ظاہر ہے۔ مثلاً بال جبریل میں لکھتے ہیں۔

گلشن راز میں لکھتے ہیں۔

وجود کوہسار و دشت و در ہیچ جہاں فانی، خودی باقی دگر ہیچ (19)

مقصود اقبال کا اس اظہار حقیقت سے یہ ہے کہ اے مسلمان اجب یہ مسلم ہے کہ کائنات میں جو پاکھ ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو ثبات و دوام نہیں ہے۔ آج ہے کل نہیں ہے تو کس قدر بیوقوفی کی بات ہے کہ تو ان موہوم اشیاء کی طلب میں اپنی تخلیق کے اصل مقصود سے غافل ہو جائے، مجھے اللہ نے اس لیے تو پیدا نہیں کیا کہ تو زن زر یا زمین کے حصول میں تضیع اوقات کر کے، اپنی خودی تباہ کر لے، یاد رکھ دنیا کی کوئی چیز مومن کے لیے مقصود بالذات نہیں ہو سکتی۔

بیشک وہ شادی بھی کرتا ہے۔ تجارت بھی کرتا ہے اور مکان بھی بناتا ہے۔ لیکن عورت، دولت اور عمارت، ان خانی چیزوں سے دل نہیں لگاتا۔ وہ ان سب کو اپنی خودی کی تکمیل کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن ان کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ ہر گھڑی اس صداقت کو پیش نظر رکھتا ہے کہ دنیا اور اس کی زندگی سراسر دھوکا ہے اور عقل مند وہ ہے جو اس دھوکے میں نہ آئے اور صرف اللہ سے لو لگائے۔ جہاں کسی مسلمان نے اللہ کو چھوڑ کر غیر سے دل لگایا، اسی وقت وہ اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کی بربادی بالکل یقینی ہے۔

حقیقی ہے یا غیر حقیقی ایہ وہی مسئلہ ہے جو قدیم زمانہ سے حکماء کے درمیان معرکتہ الاراء رہا ہے چونکہ اقبال کو بھی اس مسئلہ سے دلچسپی تھی اس لیے انھوں نے اس شعر پر تضمین کر دی کہتے ہیں کہ سوال یہ ہے کہ یہ کائنات، زمین، صحرا، پہاڑ، آسمان حقیقی ہے یا محض فریب نظر ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ یہ دنیا واقعی موجود ہے، کوئی کہتا ہے کہ نہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، محض موجوم ہے۔ لیکن میرزا بیدل نے اس مسئلہ کو بڑی خوبی کے ساتھ سمجھایا ہے۔ چنانچہ دو کہتے ہیں کہ مومن کا قلب اگر اس قدر وسیع تا کہ اللہ تعالی کی تمام تجلیات کو اپنے اندر لے سکتا تو کائنات کا وجود ہی نہ ہوتا، لیکن چونکہ مینا، بوتل تنگ تھی اس لیے رنگ نئے (تجلیات انوار البہ) بوتل (قلب مومن) سے باہر جلوہ گر ہو گیا، یعنی کائنات موجود ہو گئی۔

یہ کائنات، بیدل کی رائے میں، تجلیات انوار اللہ کا مظہر ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مومن کا قلب تجلیات کا محیط ہے۔ اگر اس میں وسعت ہوتی تو ساری تجلیات کو اپنے اندر جذب کر لیتا، لیکن اس میں اس قدر وسعت نہیں ہے اس لیے کائنات بھی عالم وجود میں آگئی۔

کائنات کا وجود: حقیقی نہیں ہے بلکہ پرتو ہے کسی کے آئینہ رخ کا۔ اب خود بیدل کا ایک شعر پیش کرتا ہوں گا۔ تاظرین کو اس کا مسلک خود اس کی زبان سے معلوم ہو جائے۔ یہ دنیا کوئی ساکن یا مکمل (تحمیل یافتہ) نئے نہیں ہے، بلکہ ایک متحرک اور ترقی پذیر، حقیقت ہے۔ اور کمال کی طرف حرکت کر رہی ہے۔

چنانچہ اسی خیال کو اقبال نے یوں ادا کیا ہے؟

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید (20)

الغرض دنیا، عالم ایجاد ہے یہاں ہر لفظ نئی نئی چیزیں عالم وجود میں آتی رہتی ہیں ہر وقت تخلیق اور ایجاد میں مصروف ہے اسی طرف قرآن کلیم اشارہ فرماتا ہے:
یعنی اللہ ہر لحظہ اپنی قدرت کی جلوہ گری میں مصروف ہے۔ چونکہ اس کائنات میں حرکت تخلیق اور ایجاد کا اصول کار فرما ہے اس لیے قدرتی طور پر جو شخص ان صفات سے

گانہ شخص کی ذات سے ان خوبیوں کا اظہار ہو گا۔ وہ اس دنیا میں بنی آدم کی نظروں میں محبوب اور محترم ہو گا اور ہر زمانہ میں ہر جگہ اہل زمانہ اس کی عزت، اتباع، اور تقلید کرتے ہیں۔ مثلاً گلیل و، کیپلر، نیوٹن، مادام کیوری مار کوئی وغیر ہم یہ دو لوگ ہیں جن کو عالمگیر عزت حاصل ہے اور قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی

یا بندہ صحرائی، یا مرد کہستانی (21)

شرح: یہ ایک حقیقت ہے کہ آبادیوں سے دور پہاڑوں کے سلسلوں یا بیابانوں اور صحراؤں میں فطرت کھل کر سامنے آتی ہے اور انسان اسکا بھرپور مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ محراب گل اپنی پہاڑی سلسلوں کا باشندہ ہے جہاں فطرت بے نقاب ہے اور وہ فطرت کے مقاصد پوری طرح آگاہ ہے وہ کہتا ہے کہ فطری مقاصد کی حفاظت کرنے والے صرف وہ گروہ ہیں یا تو وہ لوگ جو بیابانوں میں رہتے ہیں یا وہ لوگ جو پہاڑی سلسلوں کے باسی ہیں۔ ان علاقوں کے باشندے بڑے محنتی اور باہمت ہوتے ہیں وہ بڑی مشقتیں اٹھا کر اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ شہروں کے لوگ تن آسان اور عیش پرست ہوتے ہیں یہی جفاکش لوگ عیش پرست لوگوں سے زمام حکومت چھین کر فطرت کے مقاصد کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ فطرت کا یہی تقاضا ہے اے افغانو! تم بھی فطرت کے انہی مقاصد کی حفاظت کرو اور غاصبوں سے اپنی آزادی اور حکومت چھین لو۔

کائنات، چھپاتی نہیں ضمیر اپنا

کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوق آشکارائی (22)

کہتے ہیں کہ عشق نے تمام اسرار کائنات (مثلاً انسان کیا ہے ؟ یہ کائنات کیا ہے !) مجھے پر واضح کر دیتے ہیں۔ لیکن الفاظ کے ذریعہ سے ان کا اظہار بہت دشوار ہے۔ اس لیے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے نفس جبرئیل عطا فرمادے تاکہ میں وہ اسرار دور موز واضح طور پر دلنشین انداز میں دنیا کے سامنے بیان کر سکوں۔ نفس جبریل کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ ملائکہ مقربین میں حضرت بجرئیل ہی اللہ کا پیغام (کلام) رسولوں اور نبیوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ نے ان کو فوق العادۃ، قوت گویائی اور طاقت بیان بھی عطا فرمائی ہے۔ تاکہ وہ اعلی قسم کے حقائق و معارف انبیاء کو سکھا سکیں۔

مسلمان عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی، ستاروں کے نیک و بد اثرات کے تابع ہے، یہ عقیدہ عمل کے لیے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اگر زید مثلاً اس وقت کسی منحوس ستارہ کے زیر اثر ہے تو وہ لاکھ کوشش کرے۔ لیکن اس مصیبت کو دفع نہیں کر سکتا۔ اس لیے کوشش بے سود ہے وہ خود کسی زبردست ہستی کا تابع فرمان ہے پس وہ بیچارہ نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال: "کلیات اقبال (اردو) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۵۱۵

2۔ ایضاً، "کلیات اقبال (اردو)" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۲۶۶

3۔ "القرآن "سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۳۲

4۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال: کلیات اقبال (اردو) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲، ص ۲۲۹

5۔ ایضاً، ص ۲۳۰

6۔ ایضاً، ص ۳۲۳

7۔ ایضا، "کلیات اقبال (فارسی)" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۰۵

8۔ ایضاً، ص ۱۰۷

9۔ ایضا، "کلیات اقبال (اردو)" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲، ص ۱۰۴

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

10۔ ایضا، "بانگ درا" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲، ص ۲۰۲

11۔ ایضاً، ص ۳۰۰

12۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال: "بانگ درا" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲، ص ۴۴۲

13۔ ایضاً، ص ۴۲۷

14۔ ایضاً، ص ۴۵۰

15۔ "القرآن" سورۃ حدید، آیت نمبر ۳۱

16۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال: "بانگ درا" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۳۵۹

17۔ ایضاً، ص ۳٦٦

18۔ ایضاء "بال جبریل" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ٦۲۹

19۔ ایضا، "کلیات اردو" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۱۲

20۔ ایضاً، ص ۵۷۷

21۔ ایضاء "کلیات فارسی" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۲۰

22۔ ایضا، "کلیات اردو" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۲۰

References:

Arshad, W., Arshad, S., Naeem, M., & Sanaullah, S. (2025). Existentialism: Theories and Philosophical Principles. *Journal of Applied Linguistics and TESOL (JALT)*, *8*(1), 41-47. https://jalt.com.pk/index.php/jalt/article/download/446/354

Arshad, W., Arshad, S., Sardar, N., Naeem, M., & Sanaullah, S. (2025). Ali Akbar Natiq and Contemporary Fiction Writers. *Contemporary Journal of Social Science Review*, *3*(1), 31-44. https://contemporaryjournal.com/index.php/14/article/view/424

Arshad, W., Maqsood, A., Zaidi, S. S., Haroon, M., Qadir, U. M., Sultana, U., Arshad, S., Haq, M. I. U., & Sanaullah, S. (2024). Kalam-e-Iqbal: Current requirements and our priorities. Retrieved from https://www.researchgate.net/publication/384326267_Kalam_E_Iqbal_Current_Requirements_And_Our_Priorities

Arshad, W., Naeem, M., Sardar, N., & Arshad, S. (2025). Evolutionary Stages of Translation in the Urdu Language. *Al-Aasar*, *2*(1), 77-81. https://al-aasar.com/index.php/Journal/article/view/66

Attaullah, M., Ovaisi, M. A., & Arshad, W. (2023). Indirect Contributions of Neocolonial Era on Urdu Language. *Makhz (Research Journal)*, *4*(3)

Awaisi, M. A., Attaullah, M., & Arshad, W. (2023). Modern Urdu Fiction and Sufism: An Analytical Study. *Makhz (Research Journal)*, *4*(4)

Iqbal, M. A. (1972). *Bang-e-Dra*. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, p. 202.

Iqbal, M. A. (1972). *Kulliyat-e-Iqbal (Urdu)*. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, p. 515.

Iqbal, M. A. (1972). *Kulliyat-e-Iqbal (Urdu)*. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, p. 229.

Iqbal, M. A. (1972). *Kulliyat-e-Iqbal (Urdu)*. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, p. 104.

Iqbal, M. A. (1973). *Kulliyat-e-Iqbal (Farsi)*. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, p. 105.

Iqbal, M. A. (1993). *Kulliyat-e-Iqbal (Urdu)*. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, p. 520.

Javed, I. H. (Dr.). (2010, June). *Pakistani Zubanen aur Qaumi Yakjehti*. *Akhbar-e-Urdu, Islamabad*, p. 21.

Jawaid, A., Batool, M., Arshad, W., ul Haq, M. I., Kaur, P., & Sanaullah, S. (2025). AI AND ENGLISH LANGUAGE LEARNING OUTCOMES. *Contemporary Journal of Social Science Review*, *3*(1),

Jawaid, A., Khalil, A., Gohar, S., Kaur, P., Arshad, W., & Mukhtar, J. (2024). ENGLISH LANGUAGE LEARNING THEORIES AND DIGITAL TECHNOLOGIES OF 21ST CENTURY: A SYSTEMIC SCENARIO. *Journal of Applied Linguistics and TESOL (JALT)*, *7*(4)

Jawaid, A., Mukhtar, J., Mahnoor, D. P. K., Arshad, W., & ul Haq, M. I. (2025). ENGLISH LANGUAGE LEARNING OF CHALLENGING STUDENTS: A UNIVERSITY CASE. *Journal of Applied Linguistics and TESOL (JALT)*, *8*(1), 679-686.

Jawaid, A., Mukhtar, J., Mahnoor, P. K., Arshad, W., & Ikram ul Haq, M. (2025). English Language Learning of Challenging Students: A University Case. *Journal of Applied Linguistics and TESOL (JALT)*, *8*(1), 679-686. https://jalt.com.pk/index.php/jalt/article/view/370

Naeem, M., Arshad, W., Sanaullah, S., & Arshad, S. (2025). "Chand Gehan, Daan Aur Daastaan" by Intizar Hussain: An Analytical Study. *Al-Aasar*, *2*(1), 82-91. https://al-aasar.com/index.php/Journal/article/view/71

Ovaisi, A., & Arshad, W. (2024). The Travalogue of Mahmood Nizami "NAZAR NAMA": Analytical Study. *Tahqeeq-o-Tajzia*, *2*(01)